بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب ومنہ الصدق والصواب:

پہلے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی حیثیت کی وضاحت کردی جاتی ہے، اس کے بعد مرسلہ تحریر پر تبصرہ کیا جائے گا۔

واضح رہے کہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور چھٹی صدی تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ کے حالات اور دیگر اخلاق و شمائل، معجزات و فضائلِ مبارکہ کا ذکر تعلیم و تعلم کی طرح ہوتا تھا، نہ اس کیلئے خصوصی مجلس کا انعقاد ہوتا تھا، اور نہ ہی دعوت وغیرہ کا انتظام کیا جاتا تھا، یہ تذکرہ بلاشبہ جائز بلکہ مستحب و مسنون اور باعثِ خیر و ثواب ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

لیکن ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو مقرر کرکے اس میں میلاد منانا، محفل اور مجلس منعقد کرنا، جلوس نکالنا، یا اسی دن کو مخصوص کرکے لوگوں کو شیرینی یا کھانا کھلانا وغیرہ نہ تو اس کا وجود عہدِ رسالت میں نظر آتا ہے، اور نہ ہی دورِ صحابہ و زمانۂ تابعین و تبع تابعین میں، حالانکہ یہ حضرات رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ کو بعد میں آنے والوں سے زیادہ جانتے تھے، اور پیارے صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کی محبت بھی انتہائی درجہ کی تھی، اور آپ علیہ السلام کی پیروی کرنے میں بھی سب سے پیش پیش تھے، لیکن اس کے باوجود یہ کام اُن کے ہاں مبارک اور کارِ ثواب نہ ہوا، اور آج یہ کارِ ثواب اور مبارک ہوگیا ہے؟!

واقعہ یہ ہے کہ آغازِ اسلام سے لیکر چھٹی صدی ہجری تک اس محفل کا پتہ نہیں چلتا، سب سے پہلے اس کو منانے والا شخص عمرو بن محمد موصلی ہے، جس نے موصل میں اس کو ایجاد کیا، اور اس کو رواج و شہرت دینے کا سہرا سلطانِ اربل مظفر الدین ابوسعید کوکبوری بن زین الدین کے سر رہا، اور سب سے پہلے مولود کی کتاب ابوالخطاب عمر بن حسن بن دحیہ کلبی اندلسی نے تصنیف کی۔

میلاد کا رواج ہوتے ہی علمائے کرام کی طرف سے اس کی سخت مخالفت بھی شروع ہوگئی، علامہ ابوعبداللہ بن الحاج مالکی، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم حنبلی، شیخ عبدالرحمن مغربی حنفی، علامہ علاء الدین شافعی، امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی حنفی۔ رحمہم اللہ رحمۃً واسعۃً۔ اور دیگر بہت سے علماء نے اس مجلس کی پُرزور مخالفت کی اور اسے غلط قرار دیا۔

اہلِ اسلام کیلئے یہ طریقہ نہ تو فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ علیہ السلام کے جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے تجویز فرمایا، اور نہ تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین نے، مذکورۃ الصدر تین حضرات ائمہ مجتہدین میں داخل نہیں بلکہ لامذہبیت اور ظاہریت کی طرف مائل تھے، کبار علمائے کرام اور ائمہ فن نے ان پر سخت جرحیں کی ہیں، اور ان کی خوب خبر لی ہے۔ (تاریخ میلاد)

شروع شروع میں تو مجلسِ میلاد میں اس قدر خرافات نہ تھیں، لیکن

وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں نت نئی بدعات و خرافات کا اضافہ ہونے لگا، اور اب موجودہ زمانے کی محافلِ میلاد بہت سارے مفاسد کی بناء پر ناجائز ہیں، جن میں چند درج ذیل ہیں::

۱۔ اس مجلس کے انعقاد اور اس میں شرکت کو فرض کی طرح لازم و ضروری سمجھا جاتا ہے، جو اس میں شریک نہ ہو یا اس کا انعقاد نہ کرے تو اسے سبّ وشتم سے خوب نوازا جاتا ہے۔

۲۔ شیرینی کی تقسیم اور دعوت کے انتظام کے بغیر محفلِ میلاد کا انعقاد نہیں ہوتا، اور اسے بھی از حد ضروری سمجھا جاتا ہے۔

۳۔ عموماً روایاتِ موضوعہ خلافِ واقعہ بیان کی جاتی ہیں، جبکہ ان کا بیان کرنا اور انہیں صحیح سمجھنا ناجائز اور حرام ہے۔

٤۔ خوش رو اور خوش الحان لڑکے اس میں غزلخوانی کرتے ہیں، بہت جگہ عورتیں بھی اس میں حصہ لیتی ہیں۔

۵۔ روشنی اور مجلس کی زیبائش و آرائش میں حد سے زیادہ خرچ کیا جاتا ہے جو کہ اسرافِ ممنوع میں داخل ہے۔

٦۔ مخصوص تاریخوں کی تعیین کو بلا دلیلِ شرعی لازم سمجھ رکھا ہے۔

۷۔ لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام فرائض سے بھی زیادہ مبالغہ سے کیا جاتا ہے۔

۸۔ نثر و نظم میں بہت سی ایسی باتیں پائی جاتی ہیں، جن میں حق تعالیٰ شانہ یا حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام یا حضراتِ ملائکہ علیہم السلام کی توہین کا پہلو موجود ہوتا ہے۔

۹۔ رات کو دیر تک جاگنے کی وجہ سے عموماً شرکاءِ مجلس کی نمازِ فجر قضاء ہو جاتی ہے۔

۱۰۔ قرب و جوار کے لوگ بھی لاؤڈ اسپیکر کے بے دریغ استعمال کی وجہ سے نہیں سو سکتے، اور پوری رات تکلیف میں گزرتی ہے۔

۱۱۔ قیام کو ضروری سمجھا جاتا ہے، اگر کوئی قیام نہ کرے تو اسے خوب سب وشتم کا نشانہ بنایا جاتا ہے، حالانکہ اس قیام پر کوئی شرعی دلیل نہیں، قیام کے وقت یہ اعتقاد رکھا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان مجالس میں تشریف لاتے ہیں، اور ہماری نقل و حرکت کا ملاحظہ فرماتے ہیں، خواہ یہ مجالس بیک وقت کئی جگہ پر ہو رہی ہوں، حالانکہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت مختصہ ہے۔

اس کے علاوہ بھی یہ مجالس بہت ساری خرابیوں پر مشتمل ہوتی ہیں، جنہیں اختصار کے پیشِ نظر ذکر نہیں کیا جاتا۔

کوئی شاذ و نادر مجلس ہی ان محرمات و منکرات سے خالی ہوگی، لہٰذا اگر کسی مجلس میں کوئی بھی خلافِ شرع بات نہ پائی جائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کا تذکرہ کر لیا جائے تو یہ جائز بلکہ مندوب و مستحسن ہے۔

Date ______ ۲

مرسلہ تحریر پر تبصرہ

فاضل موصوف نے اپنی اس تحریر میں جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے، اور منشا یہ ہے کہ بارہویں تاریخ کو جشن منانا اور محافل کا انعقاد کرنا درست ہے بشرطیکہ اس میں دیگر خرافات نہ ہوں، لیکن جشن میلاد کا طریقہ کار ذکر نہیں کیا، ہمیں اس جشن کے ثبوت میں اختلاف ہے، اور ان کی تحریر سے اتفاق نہیں، اُن کی رائے کو ذکر کر کے تبصرہ کے عنوان سے اس کا جواب دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ صحیح بات کہنے، لکھنے، سننے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(۱)۔ میلاد کی خوشی منانے کے ثبوت کیلئے فاضل موصوف نے صحیح مسلم اور سنن کبری کی روایت پیش کی ہے، جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر کے روزہ کی بابت فرمایا کہ اس میں میری ولادت ہوئی ہے؟

تبصرہ:

اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اس روایت میں پیر کے روزہ کی علت بیان کی گئی ہے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ علت صرف ولادتِ شریفہ نہیں بلکہ بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور نزولِ وحی بھی ہے۔ لہٰذا ہر پیر کو ورنہ سال میں کم از کم ایک مرتبہ کوئی مجلس بعثت اور نزولِ وحی کی تقریب میں بھی ایجاد کی جائے، کیونکہ بعثت کا درجہ تو بہت زیادہ ہے؟!

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیلئے کوئی ماہانہ یا سالانہ مجلس کا اعلان نہیں فرمایا تھا، بلکہ اظہارِ تشکر کیلئے صرف پیر کا روزہ رکھتے تھے، مگر حامیانِ میلاد اور بدعت پسندوں نے اس کی ادائیگی کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کو ترک کر کے ایک نیا طریقہ جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایجاد کر لیا، آخر کیوں؟

اس لئے کہ روزہ میں نفس کو زحمت ہوتی ہے، جبکہ محفل آرائی میں تفریح کا سامان ہوتا ہے، نظرِ انصاف سے دیکھئے کہ اتباعِ سنت کی جگہ اختراعِ بدعت اسی کو کہتے ہیں یا نہیں؟ فسبحان اللہ مقلب القلوب والأبصار!!

(۲) دوسرا استدلال: میلاد کی خوشی منانے کی وجہ سے ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہو گئی؟

تبصرہ:

اس میں شبہ نہیں کہ یہ مأخذ قدیم اور اتنا مہتم بالشان ہے کہ بخاری شریف میں مذکور ہے، لیکن نہ قرآن کی آیت ہے، نہ رسول کی حدیث ہے، نہ صحابہ کا اثر ہے، بس زیادہ سے زیادہ ایک صحابی کا خواب ہے، اور خواب میں ایک کافر ابولہب کا قول ہے، اور خواب کے بارے میں یہ بات متفق علیہ

Date ______ 20___

ہے کہ خواب کوئی دلیلِ شرعی نہیں، اور نہ ہی اس سے کوئی حکمِ شرعی ثابت ہوتا ہے، اگر خواب سے احکامِ شرعیہ کا استنباط ہونے لگا تو پھر دین کا اللہ ہی حافظ ہے!؟

پھر سوچنے کا مقام ہے کہ حامیانِ میلاد جشنِ میلاد منا کر کس کی اتباع کر رہے ہیں؟!!

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ ابولہب نے تو صرف ثویبہ کو آزاد کیا تھا جو شرعًا بھی ایک مستحسن امر ہے، لہٰذا چاہیئے کہ اس دن کفار و فجار کی جیلوں میں قید مسلمان بھائیوں کے زخموں پر مرہم رکھی جائے، اور اُن کی رہائی کے لئے سرتوڑ کوشش کی جائے، علامہ ابن نحاس دمیاطی رحمہ اللہ نے "مشارق الأشواق إلی مصارع العشاق" میں طبرانی کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے:

"عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من فدى أسيرًا من أيدي العدو فأنا ذلك الأسير" (١٢٤٢- : ٢/٨٣١)

"جس شخص نے دشمنوں کے ہاتھوں سے ایک قیدی کو فدیہ دیکر آزاد کروایا، تو وہ قیدی میں خود ہوں" یعنی اُس نے گویا مجھے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) آزاد کروایا۔

دیکھئے کون اس دن اس فضیلت کو پانے کی کوشش کرتا ہے؟!

(٣) - میلاد منانا عملِ توحید ہے؟

تبصرہ:

کاش یہ عملِ توحید صحابہ کرام رضی اللہ عنھم، تابعین و تبع تابعین کو بھی سمجھ آجاتا، تاکہ چھٹی صدی ہجری تک اس کو ترک کرنے کی نوبت نہ آتی!!

؎ سرِ خدا کہ عارف و زاہد کسے نگفت — در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

(٤) شبِ میلاد اور شبِ قدر کا تقابل؟

تبصرہ:

شیخ نورالدین رحمہ اللہ نے شرح مواہبِ لدنیہ میں شبِ قدر اور شبِ میلاد وغیرہ کی باہم فضیلتوں کے تقابل پر بڑی بحث فرما کر آخر میں لکھا ہے:

"وقد نص الشارع على أفضلية ليلة القدر، ولم يتعرض لليلة مولده ولا لأمثالها بالتفضيل دليلًا فوجب علينا أن نقتصر على ما جاءنا عنه ولا نبتدع أيضًا".

"شارع نے شبِ قدر کی فضیلت کے بارے میں تصریح کی ہے جبکہ شبِ میلاد وغیرہ کی فضیلت پر کوئی دلیل قائم نہیں فرمائی، لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم اُن کے بتائے ہوئے حکم پر ہی اکتفا کریں، اور اپنی طرف سے کسی بدعت کا ایجاد نہ کریں"۔

(بحوالہ تاریخ میلاد: صفحہ ١٠٠-١٠١)

Date ____

(۵) بارہ ربیع الأول کیا مدینہ منورہ آمد کا دن ہے؟

تبصرہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ آمد کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے، اور قباء میں تشریف آوری کی تاریخ بھی مختلف فیہ ہے، محمد بن اسحٰق رحمہ اللہ کی ایک روایت میں آپ علیہ السلام بروز پیر ۱۲/ ربیع الأول کو قباء میں جلوہ افروز ہوئے، اس قول کے مطابق مدینہ منورہ میں داخلہ کی تاریخ کسی بھی صورت ۱۲/ ربیع الأول نہیں بنتی۔
البتہ علمائے سیر کے نزدیک ۸/ ربیع الأول کو قباء میں تشریف آوری ہوئی، علامہ ابن حزم اور حافظ مغلطائی رحمہما اللہ نے اسے اختیار کیا ہے، اس قول کے مطابق اگر قباء کے قیام کی مدت چار دن قرار دی جائے تب تو مدینہ منورہ آمد بارہ ربیع الأول بنتی ہے، لیکن اگر چودہ دن یا بائیس دن کی مدت قرار دی جائے جیسا کہ روایات میں آتا ہے تو پھر بارہ ربیع الأول کو مدینہ منورہ کی آمد کا دن نہیں قرار دیا جاسکتا۔
(شرح الزرقاني: ۲/۱۵۱، ۱۵۲)

(۶) کیا بارہ ربیع الأول کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی؟

تبصرہ:

فاضل موصوف نے بارہ ربیع الأول کو ولادت مبارکہ کا دن قرار دیا ہے، جبکہ جمہور محدثین اور مورخین کے نزدیک راجح اور مختار قول یہ ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم ۸/ ربیع الأول کو پیدا ہوئے، عبداللہ بن عباس اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے، اور اسی قول کو علامہ قطب الدین قسطلانی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے، حافظ مغلطائی رحمہ اللہ نے دو ربیع الأول کے قول کو راجح قرار دیا ہے (شرح الزرقاني: ۱/۲۴۶، ۲۴۷)
ماہر فلکیات محمود کمال پاشا رحمہ اللہ نے حسابی تحقیق کے ذریعے نو ربیع الأول کے قول کو ترجیح دی ہے، بہت سارے علمائے متاخرین نے اُن کی متابعت کی ہے۔ (سيرة النبي صلى الله عليه وسلم للعلامة شبلي رحمہ اللہ: ۱/۱۷۶)
البتہ بارہ ربیع الأول کا قول ولادت باسعادت کے سلسلہ میں مشہور ضرور ہے، لیکن بدیہی البطلان ہے، آج کا دور سائنسی دور ہے، شمس وقمر کی نقل وحرکت نوٹ کی جارہی ہے، حسابی طریقے عام ہوچکے ہیں، کئی سالوں کی جنتریاں پہلے سے بنادی جاتی ہیں، اور اُن میں حقیقت سے سرِمو فرق نہیں ہوتا، لیکن حیرت ہے بدعت پسند طبقے کی عقلوں پر کہ جو بارہ ربیع الأول کے قول سے ہٹنے کیلئے بالکل تیار نہیں، حالانکہ سارے محققین اس پر متفق ہیں کہ ولادت باسعادت بارہ ربیع الأول کی تاریخ میں ہرگز نہیں ہوسکتی۔

ان عقل کے اندھوں کو الٹا نظر آتا ہے   مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

آسان مثال سے یوں سمجھو کہ ولادت مبارکہ میں پیر کے دن پر سب کا اتفاق

سے ہے، اور پوری دنیا کا اجماع ہے کہ آخری حج نو ذی الحجہ بروز جمعہ ہوا۔

اس سے تریسٹھ سال پیچھے چلے جائیں تو کسی بھی طور پر دسیر کا دن بارہ ربیع الاول کو نہیں بنتا، البتہ ایک، دو، آٹھ اور نو ربیع الاول کی تاریخوں میں حسابی رو سے کوئی غلطی نہیں۔

حیرت کی بات ہے جو تاریخ یوم ولادت ہے ہی نہیں اس میں میلاد منانے کا کیا مطلب ہے!؟

من نگویم کہ این مکن آن کن مصلحت بین دکار آسان کن

اس کے علاوہ یہ بات بھی عجیب ہے کہ ولادت باسعادت کی خوشیاں تو مناتے ہیں، لیکن اسی مہینے میں وفات بھی ہوئی ہے اس پر ذرا بھی غم نہیں، چاہیئے کہ تاریخ وفات پر بھی شیعوں کی طرح ماتم وتعزیہ کی مجالس شروع کردیں، اوران سے یہ بات بعید بھی نہیں کہ یہ بدعت بھی جاری کردیں۔ کیسے عاشق ہیں کہ پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا ذرا برابر بھی احساس نہیں، اور اُن کی وفات کے دنوں میں خوشیاں منائی جارہی ہیں۔

اور ہوں گے جو سہیں اُن کی جفائیں بے محل ہم کسی کا غمزۂ بے جا اٹھا سکتے نہیں

(۷) صحابہ رضی اللہ عنہم کا استقبالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں رقص کرنا؟

تبصرہ:

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہاں رقص وزفن سے مراد ناچ نہیں ہے، بلکہ چلنے کی ایک خاص ہیئت یا کاتا مراد ہے جو نیزوں کے مقابلہ میں اختیار کیا جاتا ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وكذلك زفن الحبشة نوع من المشي يفعل عند اللقاء للحرب"

"اسی طرح "زفن الحبشة" سے مراد چلنے کی وہ خاص ہیئت ہے جو جنگ میں دشمن سے آمنا سامنا ہوتے وقت اختیار کی جاتی ہے (تفسیر قرطبی: ۱۵/۱۴۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ناچ کی اجازت نہیں دی، نہ مسجد میں اور نہ کہیں اور، یہ فاضل موصوف ہی کا ظرف ہے کہ وہ اتنی جرأت سے کہہ رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں رقص کی اجازت دی؟!!

علامہ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قوله في الحبشة يزفنون: بفتح الياء، أي: يرقصون، والزفن والرقص وهو لعبهم وقفزهم بحرابهم للمثاقفة، وذهب أبو عبيد إلى أنه من الزفن بالدف. والأول الصواب؛ لأن ما ذكر لا يصح في المسجد، وهذا من باب التدرب في الحرب وشبهه وكان فيما قيل تنزيه المساجد عن مثله".

(مشارق الأنوار: ۱/۳۱۲)

۱۱/ ۶/ ۱۴۰۱

"زفن ورقص سے مراد حبشیوں کا مقابلہ کرنے کیلئے نیزوں سے کھیلنا مراد ہے، ابو عبید نے اس سے دف کے ساتھ رقص کرنا مراد لیا ہے، لیکن پہلی بات درست ہے، اس لئے کہ ناچ مسجد میں جائز نہیں، اور حبشیوں کی یہ نیزہ بازی جنگی تربیت کے قبیل سے تھی ۔ ۔ ۔ ۔" ۔

خود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"واستدل قوم من الصوفية بحديث الباب على جواز الرقص و سماع آلات الملاهي، وطعن فيه الجمهور باختلاف المقصدين؛ فإن لعب الحبشة بحرابهم كان للتمرين على الحرب فلا يحتج به للرقص في اللهو" (فتح الباري: ٦/ ٦٨٦)

"صوفیاء کی ایک جماعت نے حدیث باب سے ناچ اور موسیقی سننے کے جواز پر استدلال کیا ہے، لیکن جمہور نے ان کی تردید کی ہے کہ دونوں کا مقصد مختلف ہے، اس لئے کہ حبشیوں کا نیزوں سے کھیلنا جنگ کی تربیت کیلئے تھا، اس سے رقص پر استدلال نہیں کیا جا سکتا" ۔

ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

(٨) فاضل موصوف نے ایک بات یہ بھی کہی ہے کہ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حبشیوں نے استقبال مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو رقص کیا تھا ہر سال آمد کا جشن منانے کیلئے آتے اور مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر رقص کرتے؟

تبصرہ:

اس حوالہ کو حسن ظن کی بنا پر فتح الباری میں بہت تلاش کیا، لیکن ملنا نہ تھا نہ ملا، غالب گمان یہی ہے کہ حضرت کو ابن حجر رحمہ اللہ کی اس تحریر سے مغالطہ ہوا ہے:

"وكان من عادتهم اللعب في الأعياد ففعلوا ذلك كعادتهم، ثم صاروا يلعبون يوم كل عيد" (فتح الباري: ٢/ ٥٦٤)

حالانکہ اس عبارت میں عید سے عید شرعی مراد ہے، سیاق و سباق اسی کی صراحت کر رہے ہیں، لیکن چونکہ اپنے موقف کو ثابت کرنا تھا، اس لئے عبارت میں قطع و برید گوارا کر لی گئی،

ع خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں ۔

پھر یہ بات بھی یہاں قابل غور ہے کہ جشن آمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال صرف حبشی صحابہ ہی کیوں مناتے تھے؟ کیا حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور دیگر ایک لاکھ سے زائد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ تھی، آخر انہوں نے یہ جشن کیوں نہ منایا؟!!!

ع لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں ۔

(۹) "قُل بفضل اللّٰه و برحمته فبذٰلك فلیفرحوا" سے میلاد منانے پر فاضل موصوف نے استدلال کیا ہے ؟

تبصرہ :

آیت مذکورہ سے استدلال بھی عجیب ہے ، آیت میں فضل اور رحمت کا مصداق کیا ہے ؟ اس بارے میں مختلف اقوال مروی ہیں ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا مروی ہے کہ فضل سے مراد قرآن اور رحمت سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے اہل قرآن بنایا ، حضرت براء اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے بھی موقوفًا منقول ہے ، ایک جم غفیر سے یہ بھی منقول ہے کہ فضل سے مراد قرآن اور رحمت سے مراد اسلام ہے ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فضل سے مراد علم اور رحمت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں ۔ (روح المعانی : ۱۱/ ۱۴۱)

اہل ایمان کو کہا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کے فضل اور رحمت پر خوش ہوں ، یعنی اُن کے دلوں میں فرحت اور اطمینان کی کیفیت ہونی چاہیئے ، کافروں کی طرح دلی تنگی اور ضیق محسوس نہ کریں ، کیونکہ خوشی اس کیفیت کا نام ہے جو کسی مطلوب شئی کے حصول پر انسان اپنے دل میں محسوس کرتا ہے ، اس کا یہ مطلب نہیں کہ جلسے جلوسوں ، چراغاں اور دیگر غلط اور اسراف بے جا کا اہتمام کرو ، اور جشن میلاد مناؤ ، بلکہ اس کو نعمت خداوندی سمجھ کر اس کی قدر کرنا ، اسے قبول کرنا اور احکامات اسلام پر عمل کرنا مراد ہے ۔

(۱۰) "فقام جعفر فحجل حول رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم" سے استدلال ؟

تبصرہ :

فاضل موصوف نے مذکورہ روایت کیلئے بہت سی کتابوں کا حوالہ دیا ہے حالانکہ ان میں سے کئی کتابوں میں یہ الفاظ موجود نہیں ، اس حدیث کی سند سے قطع نظر یہاں حجل سے مراد رقص اور ناچ نہیں ، بلکہ چلنے کی ایک خاص ہیئت مراد ہے ،

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"أما الحجل فهو نوع من المشي يُفعل عند الفرح فأين هو والرقص؟".

(الجامع لأحكام القرآن : ۱۵/ ۱۴۰)

"حجل چلنے کی ایک قسم ہے جو خوشی کے وقت کرتے ہیں ، اس کا رقص و ناچ سے کیا واسطہ ؟ "

علامہ جمال الدین افریقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"الحجل : أن يرفع رجلاً ويقفز على الأخرى من الفرح" (لسان العرب : ۱۱/ ۱۴۴)

"حجل کہتے ہیں ، ایک پاؤں کو اٹھا کر دوسرے پر خوشی کی وجہ سے کودنے کو " ۔

(١١) فاضل موصوف فرماتے ہیں کہ ١٠/ محرم کا روزہ رکھنا یہود کا وطیرہ تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بھی روزے رکھوائے تو کیا تشبہ ہوا؟

تبصرہ:

کاش کہ حضرت موصوف اس سلسلہ میں صحیح مسلم ہی دیکھ لیتے کہ جب آپ علیہ السلام کو بتایا گیا کہ یا رسول اللہ! اس دن کی تو یہود و نصاری بھی تعظیم کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور روزہ ساتھ ملا کر ان کی مخالفت کرنے کا حکم دیا:

"عن أبي غطفان بن طريف المري، يقول سمعت عبدالله بن عباس رضي الله عنهما - يقول: حين صام رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم عاشوراء وأمر بصيامه، قالوا: يا رسول الله! إنه يوم تعظمه اليهود والنصارى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "فإذا كان العام المقبل - إن شاء الله - صمنا اليوم التاسع" قال: فلم يأت العام المقبل حتى توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم" (الصحيح لمسلم، باب صوم يوم عاشوراء: ١١٣٤)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفا مروی ہے:

"صوموا التاسع والعاشر وخالفوا اليهود" (السنن الكبرى، باب صوم يوم التاسع: ٨٤٠٤)

"نو اور دس محرم کا روزہ رکھو، اور یہود کی مخالفت کرو"۔

تنبیہ:

تشبہ کی بحث کافی طویل ہے، اس قدر سمجھ لیں کہ مباح بالذات امور اگر غیر قوم کا شعار ہوں تو ان میں تشبہ ناجائز ہے، اور اگر شعار نہ ہوں، لیکن اس کا بدل مسلمانوں کے پاس موجود ہو تو بھی تشبہ مکروہ ہے، کیونکہ اسلامی غیرت و حمیت کا اقتضاء یہی ہے کہ ہم خواہ مخواہ اپنے آپ کو غیروں کا دستگر نہ بنائیں، جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دست مبارک میں عربی کمان لئے ہوئے تھے، کہ آپ نے کسی کے ہاتھ میں فارسی کمان دیکھی تو ناخوشی سے فرمایا: "ما هذه؟ ألقها، وعليكم بهذه وأشباهها، ورماح القنا؛ فإنهما يزيد الله لكم بهما في الدين، ويمكن لكم في البلاد" (سنن ابن ماجہ، باب السلاح: ٢٨١٠)

جہاں تک عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کرسمس وغیرہ سے تشبیہ دینے کی بات ہے تو میلاد منانے والے خود اس کے قائل ہیں کہ جب انہوں نے دیکھا کہ نصاری دھوم دھام سے ہر سال کرسمس مناتے ہیں تو اسی طرح وہ بھی تزک و احتشام سے سالانہ عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) مناتے ہیں (تاریخ میلاد)، تو خواہ عیسائیوں سے متاثر ہو کر ہو یا آپ علیہ السلام کی محبت میں دونوں صورتوں میں اس کی گنجائش نہیں۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وكذلك ما يحدثه بعض الناس إما مضاهاة للنصارى في ميلاد عيسى عليه السلام، وإما محبة للنبي صلى الله عليه وسلم وتعظيما له، والله قد يثيبهم

على هذه المحبة، لا على البدع من اتخاذ مولد النبي صلى الله عليه وسلم عيداً
مع اختلاف الناس في مولده، فإن هذا لم يفعله السلف مع قيام المقتضي له
وعدم المانع منه، ولو كان هذا خيراً محضاً أو راجحاً لكان السلف رضي الله عنهم
أحق به منا، فإنهم كانوا أشد محبة لرسول الله صلى الله عليه وسلم وتعظيماً له
منا، وهم على الخير أحرص، وإنما كمال محبته وتعظيمه في متابعته وطاعته واتباع
أمره، وإحياء سنته باطناً وظاهراً، ونشر ما بعث به، والجهاد على ذلك
بالقلب واليد واللسان، فإن هذه هي طريقة السابقين الأولين من المهاجرين
والأنصار، والذين اتبعوهم بإحسان". (اقتضاء الصراط المستقيم: ٣٠٦)

(١٢) صدی کی سب سے زیادہ غلط استعمال ہونے والی حدیث پاک؟

تبصرہ:
علمائے کرام پر آج کل یہ اعتراض بڑی شدومد سے کیا جارہا ہے کہ ان کا کام صرف یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی تکفیر و تفسیق کرتے رہیں، حالانکہ بات یہ نہیں، علماء کسی کو کافر و فاسق نہیں بناتے، بلکہ وہ ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے صرف کافر و فاسق ہونا بتاتے ہیں، علماء پر یہ بہتان باندھنا کہ وہ اس حدیث کا استعمال غلط کر رہے ہیں "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کے مترادف ہے، اگر یہ لوگ بدعات سے تائب ہوجائیں تو کوئی بھی یہ حدیث ان کیلئے استعمال نہیں کرے گا، لہٰذا حدیث غلط استعمال نہیں ہو رہی بلکہ لوگ ہی غلط راہ پر چل دیئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

خلاصہ کلام یہی ہے کہ جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ نے اختیار نہیں کیا، اسے آج امت کے سر تھوپنے کی کوشش نہ کی جائے، اگر عہد صحابہ یا عہد رسالت میں یہ میلاد منائی جاتی ہوتی تو تاریخ ولادت میں کبھی اختلاف نہ ہوتا۔ صحابہ کرام کے حافظے ضرب المثل تھے، لیکن اس کے باوجود تاریخ ولادت کو ضبط کرنے کا اہتمام نہ ہوا اور اختلاف ہوگیا، آخر کیوں؟

وجہ یہ سمجھ آتی ہے کہ یا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے خود نہیں بتایا اور یا اُن سے بھلادی گئی، اور اس میں اللہ کی حکمت پوشیدہ تھی کہ اگر تاریخ ولادت یاد ہوتی تو بدعات و خرافات کا سلسلہ شروع ہوجاتا اور تاریخ وفات یاد ہوتی تو رونے دھونے کی رسم چل پڑتی، لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے تاریخ بھلوا کر بدعات و رسوم کی جڑ ہی کاٹ دی، لیکن جو شخص خود راہ راست پر نہ آنا چاہے اسے ہدایت کیسے نصیب ہو؟
اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنے دین کی سمجھ عطا فرمائے اور اس پر ثابت قدم رکھے، اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی سختی سے پابندی اور بدعت سے اجتناب کی توفیق عنایت فرمائے آمین ثم آمین،

وصلی اللہ علی صفوۃ خیر البریۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ——— فقط

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب وعلمہ أتم وأحکم

کتبہ: مسعود عطاء الرحمٰن

الجواب صحیح [illegible]

٢١ / ٦ / ١٤٢٩ھ